Biannual Research Journal
AL-IDAH
Published by
SHAYKH ZAYED ISLAMIC CENTRE
UNIVERSITY OF PESHAWAR
PESHAWAR PAKISTAN
ISSN (Print) : 2075-0307
ISSN (Online) : 2664-3375
OPEN ACCESS
الإیضاح
شیخ زاید مرکز اسلامی جامعہ پشاور
www.al-idah.szic.pk
JUL - DEC 2020
VOL:38 ISSUE:2

مسلم ریاستوں کی تکفیر شریعت کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

A Research Review of the Takfir of Muslim States in the Light of Sharia

Author(s): 1. **Muhammad Saeed**
PhD Scholar, Dept: of Islamic Studies, NUML, Islamabad, Email: saeedtayab@gmail.com

2. **Syed Abd ul Ghaffar Bukhari**
Professor, Deptt of Islamic Studies, NUML, Islamabad, Email: sagbukhari@numl.edu.pk

Issue: *http://al-idah.szic.pk/index.php/al-idah/index*
URL: *http://al-idah.szic.pk/index.php/al-idah/article/view/692*
Citation: *Muhammad Saeed and Syed Abd ul Ghaffar Bukhari 2020. A Research Review of the Takfir of Muslim States in the Light of Sharia. Al-Idah . 38, - 2 (Nov. 2020). P.170-190*
Publisher: *Shaykh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar, Al-Idah – Vol: 38 Issue: 2 / July – Dec 2020/ P.170-190*

Article DOI:
https://doi.org/10.37556/al-idah.038.02.692
Received on:13-10-2020
Accepted on:12-11-2020
Published on: 25 Dec 2020

Abstract

Takfir is a burning and sensitive issue of the day. As per Islamic Sharia only highly competent and established scholars may declare takfir on a nominated person. It seems justifiably prudent that if extreme care and caution is to be taken for individuals, then exercising the same practice on state or community level requires utmost scrutiny and judicious approach. Its importance may be gauged from the fact that one can find chapters written in the Islamic jurisprudence books(fiqhi books)on the subject of Dar-ul-Islam (land of Islam) and Dar-ul-Kufr (land of disbelief). This article aims to highlight the criteria as prescribed by Shaiah before pronouncing a community Dar ul Kufr in the light of the opinion of noted Muslim jurists.

***Keywords**:*
Takfir, Muslim States, Sharia

CC BY
Islamic Research Index
Crossref
DOAJ DIRECTORY OF OPEN ACCESS JOURNALS
Australian Islamic Library
INTERNATIONAL Scientific Indexing
INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL

إن الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله صلي الله عليه وسلم، أما بعد!

کسی بھی ریاست کا اسلامی یا غیر اسلامی ہونا کوئی ایسا وصف نہیں ہے کہ جو کسی ریاست کے ساتھ وصف لازم کی حیثیت اختیار کر لے اور کبھی تبدیل نہ ہو سکے، بلکہ یہ ایسا وصف ہے جو کسی بھی ریاست و مملکت کے احوال وصفات کے تبدیل ہونے کے ساتھ تبدیل ہو سکتا ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" فَإِنَّ كَوْنَ الْأَرْضِ " دَارَ كُفْرٍ " أَوْ " دَارَ إسْلَامٍ أَوْ إيمَانٍ " أَوْ " دَارَ سِلْمٍ " أَوْ " حَرْبٍ " أَوْ " دَارَ طَاعَةٍ " أَوْ مَعْصِيَةٍ " أَوْ " دَارَ الْمُؤْمِنِينَ " أَوْ " الْفَاسِقِينَ " أَوْصَافٌ عَارِضَةٌ؛ لَا لَازِمَةٌ. فَقَدْ تَنْتَقِلُ مِنْ وَصْفٍ إلَى وَصْفٍ كَمَا يَنْتَقِلُ الرَّجُلُ بِنَفْسِهِ مِنْ الْكُفْرِ إلَى الْإِيمَانِ وَالْعِلْمِ وَكَذَلِكَ بِالْعَكْسِ. وَأَمَّا الْفَضِيلَةُ الدَّائِمَةُ فِي كُلِّ وَقْتٍ وَمَكَانٍ فَفِي الْإِيمَانِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ"[1]

"بلاشبہ کسی زمین، علاقہ یا ریاست کا دار کفر، دار اسلام، دار ایمان، دار صلح، دار حرب، دار اطاعت، دار معصیت، دار مومنین یا دار فاسقین ہونا اس ریاست کے عارضی اوصاف ہیں نہ کہ لازمی، جو اسی طرح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتے رہتے ہیں جس طرح آدمی بذات خود کفر سے ایمان اور علم کی طرف یا ایمان سے کفر و جہالت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ مکان وزمان کی قید سے آزاد دائمی فضیلت تو صرف ایمان اور عمل صالح کو حاصل ہے"۔

فقہ اسلامی کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک کوئی بھی ریاست اس وقت دارالاسلام قرار پائے گی جب وہ اہل اسلام کے زیر تسلط آجائے گی اور وہ وہاں پر اللہ تعالی کا حکم اور شریعت کا قانون نافذ کرنے میں آزاد ہوں گے۔ دارالاسلام یا کوئی اسلامی ریاست کب اور کیسے دار الکفر، دارالحرب یا کافر ریاست میں تبدیل ہوتی ہے؟ اس پر اہل علم کے ہاں لمبی تفصیل ہے اور کسی اسلامی ریاست پر یہ حکم یا فتوی صادر کرنا ہر ایرے غیرے کا کام نہیں ہے۔ بالکل اس طرح کہ جیسے کوئی بھی انسان اللہ تعالی کی توحید کا اقرار کرنے اور کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے، اب اسے کب اور کن امور کی بنیاد پر کافر قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس میں بہت سی بنیادی شرائط اور بہت سے اصول وضوابط ہیں کہ جن کو دیکھتے ہوئے انتہائی ماہر علماء وفقہاء ہی اس کے کفر کا فیصلہ صادر کر سکتے ہیں۔

اس مقالہ میں زیر غور مسئلہ یہ ہے اور جس پر تفصیلی بحث از حد ضروری ہے کہ ایک مسلم ریاست یا دوسرے لفظوں میں " دار اسلام " کن صورتوں میں " دار کفر " میں بدل جاتا ہے ؟ چونکہ یہ مسئلہ انتہائی دقیق اور علمی ہے اس لیے اس پر سب سے پہلے ائمہ دین اور علمائے امت کے مختلف مواقف پیش کیے جاتے ہیں۔

مبحثِ اول: دارالاسلام کے دار الکفر میں تبدیل ہونے کے متعلق اہل علم کے مواقف:

اہل علم کی آراء کو سامنے رکھتے ہوئے دارالاسلام کے دارالکفر میں تبدیل ہونے کے مسئلہ کو مندرجہ ذیل پانچ مواقف میں تقسیم کیا گیا ہے[۲]:

۱. دار الاسلام کبھی بھی دار الکفر میں تبدیل نہیں ہوتا۔

۲. کبائر کے ارتکاب کے نتیجہ میں دار الاسلام دار الکفر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

۳. کفار اور ان کے احکام دارالاسلام پر غالب آجائیں تو وہ دار الکفر میں تبدیل ہو جائے گا۔

۴. کفار دارالاسلام پر پورے تسلط اور قہر و قوت کے ساتھ غالب آجائیں تو وہ دار الکفر میں تبدیل ہو جائے گا۔

۵. دار الاسلام صرف کفار کے غلبہ سے اس وقت تک دار الکفر میں تبدیل نہیں ہو گا جب تک شعائر اسلام قائم ہیں۔

ذیل میں ان تمام مواقف اور ان کے دلائل کو بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اس انتہائی اہم مسئلہ کے تمام پہلو علمی انداز سے واضح ہو سکیں۔ آخر میں ان شاء اللہ تمام مواقف کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد راجح موقف کی نشاندہی بھی کی جائے گی۔

پہلا موقف :

اس موقف کے مطابق کوئی بھی علاقہ اگر ایک دفعہ اہل اسلام کے زیر نگیں آجائے تو وہ ہمیشہ کیلئے دار الاسلام بن جاتا ہے ، کفار کے غلبہ کی صورت میں ظاہراً بھلے وہ دارالحرب قرار پا جائے ، لیکن حقیقتاً وہ دارالاسلام ہی رہے گا۔ اس موقف کو شافعی مکتب فکر کے عالم شیخ ابن حجر الھیثمی نے امام نووي رحمہ اللہ کی تصنیف منھاج الطالبین کی شرح تحفۃ المحتاج میں اپنے اصحاب شوافع کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"أَنَّ كُلَّ مَحَلٍّ قَدَرَ أَهْلُهُ فِيهِ عَلَى الِامْتِنَاعِ مِنْ الْحَرْبِيِّينَ صَارَ دَارَ إسْلَامٍ وَحِينَئِذٍ الظَّاهِرُ أَنَّهُ يَتَعَذَّرُ عَوْدُهُ دَارَ كُفْرٍ وَإِنْ اسْتَوْلَوْا عَلَيْهِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْخَبَرُ الصَّحِيحُ «الْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى عَلَيْهِ» فَقَوْلُهُمْ لَصَارَ دَارَ حَرْبٍ الْمُرَادُ بِهِ صَيْرُورَتُهُ كَذَلِكَ صُورَةً لَا حُكْمًا وَإِلَّا لَزِمَ أَنَّ مَا اسْتَوْلَوْا عَلَيْهِ مِنْ دَارِ الْإِسْلَامِ يَصِيرُ دَارَ حَرْبٍ وَلَا أَظُنُّ أَصْحَابَنَا يَسْمَحُونَ بِذَلِكَ " [3]

" ہر وہ علاقہ کہ جہاں کے رہنے والے مسلمان حربی کفار سے اپنا دفاع کرسکتے ہوں، دارالاسلام قرار پائے گا اور اس صورت میں اس کا دوبارہ سے دارالکفر بننا دشوار ہو گا، چاہے کفار اس پر غلبہ ہی کیوں نہ حاصل کر لیں جیسا کہ صحیح حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرمائی ہے کہ اسلام بلند ہوتا ہے، پست نہیں۔ تو علماء کا دار اسلام کو کفار کے غلبہ کی صورت میں دار حرب قرار دینا ظاہر کے اعتبار سے ہو گا نہ کہ حقیقت کے اعتبار سے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ جب بھی کافر دار الاسلام پر غلبہ حاصل کرلیں تو وہ دار حرب قرار پائے، اور میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے اصحاب اس کی اجازت دیں گے۔"

ابن حجر الھیثمی، امام الرافعی رحمہ اللہ کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں کہ شافعی علماء نے دارالاسلام کی تین قسموں میں اس قسم کے علاقے کو بھی شامل کیا ہے کہ جہاں مسلمان بستے ہوں اور بعد میں کفار اس علاقہ پر غالب آگئے ہوں کیونکہ مسلمانوں کا قدیم غلبہ دار الاسلام کے حکم کے استمرار کیلئے کافی ہو گا لیکن بعض متاخرین کے خیال میں یہ تب ہو گا جب کفار غالب آنے کے باوجود مسلمانوں پر روک ٹوک نہیں کریں گے بصورت دیگر وہ علاقہ دار الکفر میں منتقل ہو جائے گا[4]۔ ابن حجر اس پر تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَمَا ذَكَرَهُ عَنْ بَعْضِ الْمُتَأَخِّرِينَ بَعِيدٌ نَقْلًا وَمُدْرَكًا كَمَا هُوَ وَاضِحٌ وَحِينَئِذٍ فَكَلَامُهُمْ صَرِيحٌ فِيمَا ذَكَرْته أَنَّ مَا حُكِمَ بِأَنَّهُ دَارُ إسْلَامٍ لَا يَصِيرُ بَعْدَ ذَلِكَ دَارَ كُفْرٍ مُطْلَقًا " [5]

" شیخ رافعی نے بعض متاخرین کے حوالہ سے جو نقل فرمایا ہے، وہ جیسا کہ واضح ہے، نقل وعقل دونوں کے اعتبار سے بعید ہے۔ کیونکہ اہل علم کا کلام، جیسا کہ میں نے

ذکر کیا ہے، واضح ہے کہ جس علاقہ پر ایک دفعہ دارالاسلام کا حکم لگ گیا، وہ اس کے بعد کبھی بھی دار الکفر نہیں بنے گا۔"

اس موقف پر اگرچہ بعض شافعی علماء کی طرف سے اعتراض بھی کیے گئے ہیں[۶]، لیکن چونکہ یہ موقف اس ضمن میں پیش کیے جانے والے مواقف میں سے ایک ہے۔ اس لیے اسے نقل کر دیا گیا ہے۔

دوسرا موقف:

یہ موقف پہلے موقف کے بالکل برعکس خوارج میں سے کچھ لوگوں کا موقف ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کی ریاست کو دار کفر قرار دیتے ہوئے ان کی عورتوں اور بچوں کے قتل تک کو جائز سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ خطیب الشربینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" الْخَوَارِجِ وَهُمْ قَوْمٌ مِنْ الْمُبْتَدِعَةِ يُكَفِّرُونَ مَنْ ارْتَكَبَ كَبِيرَةً وَيَطْعَنُونَ بِذَلِكَ فِي الْأَئِمَّةِ لَا يَحْضُرُونَ مَعَهُمْ الْجُمُعَةَ وَالْجَمَاعَاتِ ---- اعْتِقَادُهُمْ أَنَّ مَنْ أَتَى كَبِيرَةً كَفَرَ وَحَبَطَ عَمَلُهُ وَخَلَدَ فِي النَّارِ، وَأَنَّ دَارَ الْإِمَامِ صَارَتْ بِظُهُورِ الْكَبَائِرِ فِيهَا دَارَ كُفْرٍ وَإِبَاحَةٍ، فَلِذَلِكَ طَعَنُوا فِي الْأَئِمَّةِ وَلَمْ يُصَلُّوا خَلْفَهُمْ"[۷]

"خوارج مبتدعین میں سے ایسے لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں کے کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے ارتکاب کی بنیاد پر حکمرانوں پر طعن کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جمعہ اور جماعات میں شامل نہیں ہوتے۔۔۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، وہ کفر کرتا ہے، اس کا عمل ضائع ہو جاتا ہے اور وہ آگ میں ہمیشہ رہے گا۔ جبکہ کبائر کے عام ہونے کی وجہ سے مسلم ریاست دار لکفر اور دار الاباحت بن گئی ہے۔ اسی وجہ سے وہ حکام پر طعن کرتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔"

تیسرا موقف:

امت کے بہت سے اہل علم کا خیال ہے کہ جب کفار دار الاسلام پر اس طرح غلبہ پالیں کہ ان کے احکامات وہاں نافذ ہوں تو دار الاسلام دار الکفر میں تبدیل ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إنَّمَا تَصِيرُ دَارَ الْكُفْرِ بِظُهُورِ أَحْكَامِ الْكُفْرِ فِيهَا. "[8]

"امام ابو یوسف اور محمد رحمہا اللہ نے فرمایا: دارالاسلام کفریہ احکام کے غلبہ کی وجہ سے دارالکفر بن جاتا ہے۔"

صاحبین کے اس قول کی توضیح کچھ اس طرح ہے کہ دار الاسلام اور دار الکفر دراصل اسلام یا کفر کی طرف دار کی نسبت قائم کرنے سے وجود میں آتے ہیں اور اس نسبت کے قیام کی بنیاد احکام کے غلبہ پر ہے یعنی جہاں اسلام کے احکام غالب ہوں گے اسے دارالاسلام کہا جائے گا اور جہاں کفر کے احکامات غالب حیثیت اختیار کرلیں گے تو اسے لامحالہ دار الکفر قرار دیا جائے گا[9]۔ امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ کا موقف اس بات کو مزید واضح کرنے کیلئے کافی ہے، فرماتے ہیں:

" وَالْوَاجِب أَن تصير دَار الْحَرْب لغلبة الْكفَّار وجريان حكمهم فِيهَا "[10]

"لازم ہے کہ دارالاسلام اس وقت دار الحرب قرار پائے جب وہاں کفار کا غلبہ ہو اور ان کے احکامات نافذ ہوں۔"

یعنی کوئی بھی مسلم ریاست اس وقت کافر ریاست کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے جب کفار اس پر پوری طرح غالب آجائیں، مسلمانوں کا اختیار عملی طور پر زندگی کے ہر میدان میں ختم ہو جائے اور کفار کے احکامات کلیۃً نافذ ہو جائیں۔ اگر کسی ریاست میں کچھ احکام اسلامیہ نافذ ہوں اور کچھ کفریہ تو پھر اس ریاست کو کافر ریاست قرار نہیں دیا جائے گا جیسا کہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

" لو أجريت أحكام المسلمين، وأحكام أهل الشرك لا تكون دار حرب "[11]

"اگر کسی ریاست میں مسلمانوں اور اہل شرک دونوں کے احکامات چلتے ہوں تو وہ دار حرب قرار نہیں پائے گا۔"

اسی طرح عصر حاضر کے معروف عالم مفتی محمد تقی عثمانی مد ظلہ العالی دارالاسلام اور دارالحرب پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"درحقیقت کسی ملک کے دارالاسلام قرار پانے کے لیے اصل بات یہ ہے کہ اس پر مکمل اقتدار مسلمانوں کو حاصل ہو، اور انہیں اپنے احکام جاری کرنے کی مکمل قدرت حاصل ہو۔ پھر اگر وہ اپنی غفلت یا کوتاہی سے اسلام کے تمام احکام جاری

نہ کریں تو یہ ان کے لیے شدید گناہ ہے ، اور ان پر واجب ہے کہ تمام احکام شریعت کو نافذ کریں، لیکن ان کی اس مجرمانہ غفلت کی وجہ سے ملک دارالاسلام کی تعریف سے خارج نہیں ہوتا۔"[۱۲]

چوتھا موقف:

اس موقف کے مطابق جب تک کافر اسلامی ریاست پر پورے تسلط اور قہر و قوت کے ساتھ یوں غالب نہ آجائیں کہ غلبہ اسلام کے آثار میں سے کوئی چیز باقی نہ رہے اور بظاہر مسلمانوں کے دوبارہ غلبہ کی صورت انتہائی مشکل نظر آئے، تب تک مسلم ریاست کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اسی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے دارالاسلام کے دارالکفر بننے کی تین شرائط بیان کی ہیں، جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

" لَا خِلَافَ بَيْنَ أَصْحَابِنَا فِي أَنَّ دَارَ الْكُفْرِ تَصِيرُ دَارَ إسْلَامٍ بِظُهُورِ أَحْكَامِ الْإِسْلَامِ فِيهَا وَاخْتَلَفُوا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ، إنَّهَا بِمَاذَا تَصِيرُ دَارَ الْكُفْرِ؟ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: إنَّهَا لَا تَصِيرُ دَارَ الْكُفْرِ إلَّا بِثَلَاثِ شَرَائِطَ، أَحَدُهَا: ظُهُورُ أَحْكَامِ الْكُفْرِ فِيهَا وَالثَّانِي: أَنْ تَكُونَ مُتَاخِمَةً لِدَارِ الْكُفْرِ وَالثَّالِثُ: أَنْ لَا يَبْقَى فِيهَا مُسْلِمٌ وَلَا ذِمِّيٌّ آمِنًا بِالْأَمَانِ الْأَوَّلِ، وَهُوَ أَمَانُ الْمُسْلِمِينَ."[۱۳]

"ہمارے اصحاب کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ دارالکفر میں اسلامی احکام کے غلبہ کے نتیجہ میں وہ دارالاسلام بن جائے گا۔ لیکن انہوں نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ دارالاسلام کس صورت میں دارالکفر قرار پائے گا ؟ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: دارالاسلام تین شرطوں کے پائے جانے کے بغیر دارالکفر میں تبدیل نہیں ہوگا۔ پہلی یہ کہ وہاں اہل کفر کے احکام غالب ہوں ، دوسری یہ کہ وہ ریاست دارالکفر سے متصل ہو اور تیسری یہ کہ وہاں کوئی مسلمان یا ذمی پہلی امان یعنی مسلمانوں کی دی گئی امان کی وجہ سے مامون نہ رہے۔"

یعنی کوئی بھی مسلم ریاست اس صورت میں دار الکفر قرار دی جاسکتی ہے جب وہاں اہل کفر کے غلبہ اور قبضہ کے نتیجہ میں ان کے احکام علی الاعلان بلا روک ٹوک جاری ہوں، احکام اسلامیہ اور شعائر اسلامیہ کا قیام وہاں

بالکل مفقود ہو جائے، اور وہ ریاست چاروں جانب سے مسلم ریاستوں میں گھری ہونے کی بجائے کسی جانب سے دارالکفر کے ساتھ اس طرح متصل بھی ہو کہ دونوں ریاستوں کے درمیان دار الاسلام کا کوئی اور علاقہ، ملک یا شہر حائل نہ ہو، نیز مسلمانوں اور اسلامی ریاست میں بسنے والے ذمیوں کو حاصل پہلی امان ختم ہو جائے یعنی مسلمانوں کو اسلام کے سبب اور ذمی کو عہدِ ذمہ کے سبب کفار کے غلبے سے پہلے جو امن حاصل تھا، وہ امن کفار و مرتدین کے غلبہ کے بعد مسلمان اور ذمی دونوں کے لئے باقی نہ رہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں[14] کہ اسلام یا کفر کی طرف دار کی نسبت کرنے سے عین اسلام یا کفر مراد نہیں ہے بلکہ امن اور خوف مراد ہے یعنی اگر کسی ریاست میں مطلق طور پر مسلمانوں کو امن حاصل ہو اور کفار ڈر اور ماتحتی کی زندگی بسر کر رہے ہوں تو وہ دارالاسلام کہلائے گی جبکہ اس کے برعکس کیفیت میں کوئی بھی ریاست دارالکفر قرار پائے گی۔یوں کسی ریاست پر حکم لگانے میں امان اور خوف کا اعتبار ہو گا نہ کہ اسلام اور کفر کا۔یہی وجہ ہے کہ دار الکفر قرار دینے میں امام صاحب نے یہ شرط لگائی ہے کہ مغلوبہ مسلم ریاست کسی کافر ریاست کے ساتھ جغرافیائی و سرحدی طور پر ملی ہوئی ہو کیونکہ ایسی ریاست جس کے چہار اطراف مسلم علاقے ہوں، اس میں رہنے والے مسلمانوں کو حاصل امن کبھی بھی کلی طور پر زائل نہیں ہوتا۔ اسی ضمن میں علامہ محمد بن احمد سرخسی رحمہ اللہ {متوفی ۴۸۳ھ-۱۰۹۰ء} فرماتے ہیں:

" وَلَكِنْ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَعْتَبِرُ تَمَامَ الْقَهْرِ وَالْقُوَّةِ ------ وَذَلِكَ بِاسْتِجْمَاعِ الشَّرَائِطِ الثَّلَاثِ؛ لِأَنَّهَا إذَا لَمْ تَكُنْ مُتَّصِلَةً بِالشِّرْكِ فَأَهْلُهَا مَقْهُورُونَ بِإِحَاطَةِ الْمُسْلِمِينَ بِهِمْ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، فَكَذَلِكَ إنْ بَقِيَ فِيهَا مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ آمِنٌ فَذَلِكَ دَلِيلُ عَدَمِ تَمَامِ الْقَهْرِ مِنْهُمْ ------ وَهَذِهِ الدَّارُ كَانَتْ دَارَ إسْلَامٍ فِي الْأَصْلِ فَإِذَا بَقِيَ فِيهَا مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ فَقَدْ بَقِيَ أَثَرٌ مِنْ آثَارِ الْأَصْلِ فَيَبْقَى ذَلِكَ الْحُكْمُ[15]"

"لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ غلبہ اور قوت کے انتہائی ہونے کو معتبر گردانتے ہیں ------ اور یہ ان تینوں شرائط کے اکٹھا ہونے کے ساتھ ہی ممکن ہے کیونکہ اگر یہ مغلوبہ علاقہ کفار کی سرزمین سے متصل نہ ہوا تو اس کے رہنے والے ہر طرف سے مسلمانوں کے گھیراو کی وجہ سے مقہور ہوں گے، اسی طرح اگر وہاں کوئی مسلم یا

ذمی امن وامان میں رہے تو یہ بھی ان کے غلبہ کے ناقص ہونے کی دلیل ہو گی ۔۔۔۔ اور یہ ریاست اصل میں دارالاسلام تھی تو جب تک یہاں کوئی مسلم یا ذمی موجود رہے گا، تب تک اصل کا اثر باقی رہے گا، سو اس کا حکم بھی موجود رہے گا۔"

پانچواں موقف:

اس موقف کے مطابق اگر کسی مسلم ریاست پر کافر غالب آجائیں اور اپنے احکامات نافذ کر دیں لیکن شعائر اسلامیہ اذان، نماز، جمعہ، عیدین اور روزہ وغیرہ کو قائم رہنے دیں تو اسے دارالکفر قرار نہیں دیا جائے گا، چنانچہ مالکی فقہ کے بہت بڑے عالم علامہ محمد بن احمد دسوقی {متوفی ۱۸۱۵ء} رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" أَنَّ بِلَادَ الْإِسْلَامِ لَا تَصِيرُ دَارَ حَرْبٍ بِمُجَرَّدِ اسْتِيلَائِهِمْ عَلَيْهَا بَلْ حَتَّى تَنْقَطِعَ إقَامَةُ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ عَنْهَا، وَأَمَّا مَا دَامَتْ شَعَائِرُ الْإِسْلَامِ أَوْ غَالِبُهَا قَائِمَةً فِيهَا فَلَا تَصِيرُ دَارَ حَرْبٍ."[۱۶]

" بلاد اسلام صرف کفار کے غالب آجانے کی بنیاد پر دارالحرب نہیں بن جاتے یہاں تک کہ ان میں شعائر اسلامیہ کا قیام منقطع ہو جائے۔ جب تک ان بلاد میں تمام شعائر اسلامیہ یا ان میں سے اکثر قائم رہیں تب تک انہیں دار حرب یا دار کفر قرار نہیں دیا جائے گا۔"

پانچوں مواقف کا سرسری تنقیدی جائزہ:

مذکورہ بالا پانچوں مواقف میں سے راجح موقف کون سا ہے؟ یہ فیصلہ کرنے سے قبل ان مواقف کا سرسری تنقیدی جائزہ لینا ضروری ہے۔ پہلا موقف کہ "دارالاسلام کبھی بھی دارالکفر میں تبدیل نہیں ہوتا" دعوی کی حد تک تو خوش نما ہے لیکن عملاً ناممکن ہے۔ اب اگر کفار کسی مسلم ریاست پر غلبہ پاتے ہوئے اس پر قابض ہو جائیں، مسلمانوں میں سے کچھ کو شہید کر دیں اور کچھ کو قیدی بنالیں، اپنے تسلط کے زور پر شعائر اسلامیہ کو ختم کر دیں، اہل اسلام کے آزادانہ اذان، نماز اور جمعہ و جماعت کے اہتمام کو جرم قرار دے دیں تو ایسی ریاست کو "دارالاسلام" قرار دینا قطعی طور پر ناممکن ہو گا۔ دنیا میں کیا کوئی ایسا مسلمان بستا ہے جو سقوط اندلس کے بعد اندلس یا سپین کو مسلم ریاست قرار دیتا ہو؟ کوئی اور تو دور کی بات خود تمام شوافع کا بھی یہ موقف نہیں ہے[۱۷]۔ چنانچہ شافعی فقہ کے بہت بڑے عالم امام ابوالحسن ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا الْأَرْضُونَ إِذَا اسْتَوْلَى عَلَيْهَا الْمُسْلِمُونَ فَتُقْسَمُ ثَلَاثَةُ أَقْسَامٍ:أَحَدُهَا: مَا مُلِكَتْ عَنْوَةً وَقَهْرًا حَتَّى فَارَقُوهَا بِقَتْلٍ أَوْ أَسْرٍ أَوْ جَلَاءٍ ---- وَتَصِيرُ هَذِهِ الْأَرْضُ دَارَ إِسْلَامٍ، سَوَاءٌ سَكَنَهَا الْمُسْلِمُونَ أَوْ أُعِيدَ إِلَيْهَا الْمُشْرِكُونَ لِمِلْكِ الْمُسْلِمِينَ لَهَا، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَسْتَنْزِلَ عَنْهَا لِلْمُشْرِكِينَ لِئَلَّا تَصِيرَ دَارَ حَرْبٍ."[۱۸]

"جن علاقوں پر مسلمان غلبہ پالیں، انہیں تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم وہ جنہیں لڑکر بالجبر فتح کیا گیا ہو اور اس کے رہنے والے قتل، قید یا جلاوطنی کے نتیجہ میں اس سے الگ ہوگئے ہوں۔۔۔ یہ زمین دار اسلام قرار پائے گی خواہ اس میں مسلمان سکونت اختیار کریں یا مشرکوں کو پلٹادی جائے، کیونکہ اس کی ملکیت مسلمانوں کے پاس ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس زمین سے مشرکین کے حق میں دستبردار ہوا جائے کہ کہیں یہ پھر سے دار حرب نہ بن جائے۔"

عبارت مذکورہ بالا سے یہ واضح ہے کہ امام ماوردی رحمہ اللہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں کہ دارالاسلام کفار کے ہاتھ لگ جانے اور ان کے دوبارہ سے غالب آجانے کی صورت میں دار حرب یا دار کفر بن سکتا ہے۔

دوسرا موقف "کبائر کے ارتکاب کی نتیجہ میں دار الاسلام دار الکفر میں تبدیل ہوجاتا ہے" حقیقت میں ان لوگوں کا موقف ہے کہ جنہیں اپنے بزعم خود تقوی وپرہیز گاری کے افراط اور دین میں تشدد وتنفر کے سبب اسلام کے منہج اعتدال وتوسط اور اللہ تعالی کے عفو ودرگزر سے دور کا بھی واسطہ نہیں رہا۔ ایسے لوگ وہی ہیں کہ جن کی نظر میں ان کے اپنے سوا کوئی اور مسلمانی کے منصب پر فائز نہیں ہوتا اور یہ لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی بجائے اسلام سے خارج کرنے پر ساری قوت صرف کررہے ہوتے ہیں۔ ان کے خودساختہ معیار کے مطابق ان کے اپنے مقبوضہ علاقوں کے سوا دنیا میں دارالاسلام کا کہیں وجود نہیں ہوتا۔ انہی کے متعلق سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يحسَبُون أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا

يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ»، لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ، مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَاتَّكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ.[۱۹]

"میری امت میں سے ایک قوم ظاہر ہو گی، وہ قرآن اس طرح پڑھیں گے کہ ان کے پڑھنے کے مقابل تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہو گی، نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت ہو گی اور نہ ہی ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت ہو گی۔ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے لیکن در حقیقت وہ ان کے خلاف ہو گا، نماز ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان سے لڑنے والے لشکر کو اگر وہ ثواب معلوم ہو جائے جو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے لیے طے کیا گیا ہے تو وہ نجات کیلئے اسی عمل پر بھروسہ کر لیں"

باقی تینوں مواقف کو اگر غور سے دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ یہ تینوں باہم کوئی جوہری قسم کا اختلاف نہیں رکھتے۔ تینوں کا ما حصل یہ ہے کہ کسی علاقے پر کفار اور ان کے احکام غالب آجائیں تو وہ دار الکفر میں تبدیل ہو جائے گا۔ فرق صرف اور صرف یہ ہے کہ کچھ کے خیال میں صرف کفار کے احکام کے غلبہ وتسلط کے ساتھ دارالاسلام اپنی حیثیت کھو کر دار کفر میں تبدیل ہو جائے گا۔ کچھ کے خیال میں جب تک کفار دارالاسلام پر پورے تسلط اور قہر و قوت کے ساتھ غالب نہ آجائیں اور مسلمانوں کے دوبارہ غلبہ پانے کی امید ختم نہیں ہو جاتی تب تک اسے دار کفر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جبکہ کچھ کا موقف یہ ہے کہ جب تک کسی مسلم ریاست پر کفار کا اس حد تک تسلط اور غلبہ قائم نہیں ہو جاتا کہ وہ مسلمانوں کو شعائر اسلامیہ اذان، نماز اور جمعہ وجماعت قائم کرنے سے روک دیں، تب تک اس ریاست کو دار کفر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

راجح موقف:

ان تینوں مواقف میں سے جو موقف میری تحقیق کے مطابق توسط واعتدال کا حامل ہے اور جس کی طرف طبیعت کا میلان ہے وہ پانچواں موقف ہے جس کے مطابق "دار الاسلام صرف کفار کے غلبہ سے اس وقت

تک دار الکفر میں تبدیل نہیں ہو گا جب تک شعائر اسلام قائم ہیں"۔اس موقف کو ترجیح دینے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں[۲۰]:

- شریعت میں اصل یہ ہے کہ جو چیز جو ہے اسے اسی پر قائم سمجھا جائے گا جب تک اس کا تبدیل ہونا یا ختم ہونا یقینی دلائل سے ثابت نہ ہو جائے جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے " الیقین لا یزول بالشک "۔اس بنیاد پر وہ ملک جس کا مسلم ریاست اور داراسلام ہونا اس پر مسلمانوں کے غلبہ اور تسلط سے ثابت ہو، کسی واضح اور شک وشبہ سے پاک یقینی جوہری تبدیلی کے بغیر دار کفر میں تبدیل نہیں ہو گا۔ چنانچہ بلاد اندلس پر عیسائیوں کے واضح غلبہ وتسلط اور وہاں سے مسلمانوں کی جلاوطنی اور شعائر اسلام کے خاتمہ کے بعد کسی کو بھی اس کے داراسلام ہونے پر نہ اصرار ہے اور نہ ہی اس کے دار کفر ہونے سے انکار۔
- جب کسی ریاست میں مظاہر اسلام اور شعائر اسلام بلاخوف وخطر قائم ہوں تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس ریاست کے داراسلام ہونے کی وجوہات اور اسباب میں سے کچھ اسباب اور علتیں قائم ہیں، اور یہ اصول ہے کہ جب تک کسی حکم کی علت میں سے کچھ باقی ہو تب تک وہ حکم باقی رہتا ہے۔
- کسی بھی مسلم ریاست کو غیر مسلم یا کافر ریاست قرار دینے کیلئے بھی اسی طرح قواعد وضوابط اور شرائط ہیں جیسا کہ کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر قرار دینے کے ہیں۔ جس طرح صرف کبائر کے ارتکاب کی وجہ سے کسی بھی کلمہ گو پر کافر ومرتد ہونے کا حکم تب تک صادر نہیں کیا جائے گا جب تک اس پر تکفیر کے تمام قواعد وضوابط کا انطباق اور تکفیر مسلم کی تمام شرائط پوری نہ ہو جائیں نیز اس سے تمام موانع تکفیر منتفی نہ ہو جائیں، اسی طرح کسی مسلم ریاست کو اس کے وضعی قوانین یا دیگر وجوہات کی بنا پر تب تک دار کفر قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک اس پر تمام قواعد تکفیر کا اطلاق، شرائط تکفیر کا تحقق اور موانع تکفیر کا انتفاء ثابت نہ ہو جائے۔
- وہ مسلم ریاستیں جہاں پر اللہ تعالی کی شریعت کے مطلق نفاذ کی بجائے وضعی قوانین نافذ ہوں لیکن شعائر اسلام اور مظاہر اسلام بھی قائم ہوں اور ان پر کسی قسم کی کوئی قدغن یا پابندی عائد نہ ہو تو انہیں دار کفر قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ:

○ ان کے دار اسلام سے دار کفر میں منتقل ہونے کی کوئی یقینی دلیل موجود نہیں ہے۔

○ "الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ" کی بنیاد پر جانب کفر کی بجائے جانبِ اسلام کو ہی ترجیح حاصل ہو گی۔

اس موقف کی موافقت میں حنفی، مالکی اور شافعی مکاتب فکر کے علماء کی آراء ملتی ہیں۔ چنانچہ مالکی فقہ کے بہت بڑے عالم علامہ دسوقی رحمہ اللہ کا موقف اس موقف کے بیان میں ذکر کیا جا چکا ہے، ساتویں صدی ہجری کے حنفی فقیہ قاضی ابو نصر الاسبیجابی رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے[۲۱] اور فقہ شافعی کے بہت بڑے عالم شیخ شہاب الدین الرملی رحمہ اللہ نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے[۲۲]۔ جبکہ حنبلی فقہ کے عالم امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایسی ریاست کو نہ تو معروف معنوں میں دار اسلام قرار دیتے ہیں اور نہ ہی دار حرب، بلکہ وہ ایسی ریاست کو "دار مرکبہ" کا ایک تیسرا نام دیتے ہیں کہ جہاں کافر سے اس کے کفر کی بنیاد پر تعامل کیا جائے گا اور مسلم سے اس کے اسلام کی بنیاد پر[۲۳]۔

مبحث دوم: موجودہ مسلم ممالک کا دار الاسلام یا دار الکفر ہونے کے حوالہ سے شرعی حکم

سابقہ مبحث میں بڑی تفصیل سے کسی مسلم ریاست یا دار الاسلام کے دار کفر میں تبدیل ہونے سے متعلق علماء کے مواقف ذکر کیے گئے ہیں۔ اس مبحث میں موجودہ مسلم ممالک، ان کے حکام اور قوانین کو سامنے رکھتے ہوئے شریعت اسلامی کی روشنی میں یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے گی کہ یہ ممالک اپنے موجودہ قانونی وانتظامی ڈھانچے کی بنیاد پر دار اسلام ہیں یا دار کفر؟

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ مسلم ممالک میں رائج جمہوریت یا ملوکیت کے نظام، وضعی قوانین کے نفاذ، حدود اللہ کے قیام میں تعطل یا سستی، غیر مسلم ممالک کے ساتھ انتہائی قریبی دوستانہ تعلقات ۔۔۔ یہ وہ بنیادی نکات ہیں کہ جو ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں جو ان ممالک کو "دار کفر" قرار دیتے ہیں اور اس بنیاد پر ان ممالک اور ان کے مسلم حکام کے خلاف جہاد کے نام پر قتل وغارت اور دہشت گردی کی انتہائی ظالمانہ کارروائیاں سرانجام دیتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن و سنت اور فہم سلف صالحین کی روشنی میں اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح واضح کیا جائے تاکہ مسلمانوں کا باہمی قتال اور فتنہ رک سکے۔

اس وقت موجود مسلم ممالک کے دار اسلام یا دار کفر ہونے کے حوالہ سے امت میں مندرجہ ذیل تین مواقف پائے جاتے ہیں:

۱. اس وقت موجود مسلم ممالک "دار کفر" کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔
۲. اس وقت موجود مسلم ممالک نہ دار اسلام ہیں اور نہ دار کفر، بلکہ یہ "دار مرکبہ" کی حیثیت رکھتے ہیں۔
۳. اس وقت موجود مسلم ممالک اپنے رائج نظاموں اور قوانین کے باوجود "دار اسلام" کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ذیل میں ان تینوں مواقف کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ آخر میں راجح موقف کی نشاندہی اور اس کی ترجیح کے اسباب بھی پیش کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالی

پہلا موقف:

اس موقف کے قائلین کے نزدیک اس وقت موجود مسلم ممالک چونکہ وضعی قوانین کے تحت اپنا نظام حکومت چلا رہے ہیں اس لیے وہ دیار کفر ہیں، یہ لوگ اپنے موقف میں اس حد تک غلو اور تشدد کا شکار ہیں کہ ان کے خیال میں نائن الیون سے قبل افغانستان میں قائم "طالبان" کی امارت اسلامی، جو کہ اسلام کو اپنا دستور و منشور قرار دیتی تھی اور اس نے پوری دنیا کی مخالفت مول لے کر افغانستان میں حدود اللہ کا باقاعدہ نفاذ کر رکھا تھا، چونکہ دیگر ممالک کے ساتھ خارجی تعلقات کے ضمن میں پوری طرح اسلامی احکام کی پاسداری نہیں کر رہی تھی اور ان کے امیر ملا محمد عمر کو اجماع امت کی تائید اور اعیان امت کی بیعت حاصل نہ تھی، اس لیے وہ امیر المومنین کے لقب کے مستحق نہ تھے اور ان کے زیر قبضہ و تسلط "افغانستان" دار اسلام نہیں بلکہ دار کفر تھا[۲۴]۔ اسی موقف کی حامل جماعت "حزب التحریر" کے تعارفی رسالہ میں تمام مسلم ممالک کے بارے میں برملا لکھا ہوا ہے:

> " وبلاد المسلمين اليوم لا يوجد فيها بلد ولا دولة تطبق أحكام الاسلام فی الحكم وشئون الحياة لذلك فإنها كلها تعتبر دار كفر ولوكان أهلها مسلمين "[۲۵]
>
> " اس وقت موجود مسلمانوں کے ممالک میں کوئی ایسا ملک یا ریاست نہیں ہے جو اپنی حکومت اور زندگی کے تمام معاملات میں اسلامی احکام کو نافذ کیے ہوئے ہو

،اس لیے وہ تمام کے تمام کافر ممالک ہی تصور کیے جائیں گے، چاہے ان کے رہنے والے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔"

اس موقف کے قائلین دین کے معاملہ میں انتہا درجہ کے غلو میں مبتلا اور تشدد و انتہا پسندی کے مریض "خوارج" ہیں۔ جن کے ہاتھ اسی سوچ و فکر کی بنیاد پر سیدنا عثمان غنی و سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہما سمیت بہت سے اصحاب رسول، تابعین، تبع تابعین، مسلم حکام اور عام مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ ان کے رد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث موجود ہیں اور انہی احادیث کی بنیاد پر ان خوارج کے خلاف ہر دور کے علماء نے بہت مفصل تحریر فرمایا ہے۔

دوسرا موقف:

اس موقف کے حاملین کی فکری بنیاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک فتوی ہے جو انہوں نے ایک سوال کے جواب میں ترکی کے شہر "ماردین" کے رہنے والوں کے متعلق اس وقت دیا تھا، جب ماردین پر تاتاریوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ سوال یہ تھا کہ تاتاریوں کے قبضہ و تسلط کے بعد کیا ماردین دار حرب ہے یا دار اسلام؟ اور کیا وہاں رہنے والوں پر بلاد اسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے جہاں مسلمانوں کی جانوں اور اموال کو حرام قرار دیا وہیں اسلام سے خارج دشمنوں کی مدد کو بھی حرام قرار دیا۔ انہوں نے وہاں سے بلاد اسلام کی طرف ہجرت کے بارے میں یہ فتوی دیا کہ اگر وہاں کا رہائشی اپنے دین پر عمل سے عاجز ہو تو اس پر ہجرت لازم ہو گی اور اگر ایسا نہیں تو ہجرت کرنا مستحب ہو گا، نیز یہ کہ مسلمانوں کے دشمنوں کی جانی یا مالی مدد کرنا حرام ہے اور اس سے بچنا بہر صورت واجب ہے اور اگر ان کی مدد سے بچنے کی ہجرت کے سوا کوئی اور صورت ممکن نہ ہو تو ہجرت کرنا لازم ہے۔ ماردین کے دار حرب یا دار اسلام ہونے کے متعلق انہوں نے فرمایا:

"وَأَمَّا كَوْنُهَا دَارَ حَرْبٍ أَوْ سِلْمٍ فَهِيَ مُرَكَّبَةٌ: فِيهَا الْمَعْنَيَانِ؛ لَيْسَتْ بِمَنْزِلَةِ دَارِ السِّلْمِ الَّتِي تَجْرِي عَلَيْهَا أَحْكَامُ الْإِسْلَامِ؛ لِكَوْنِ جُنْدِهَا مُسْلِمِينَ؛ وَلَا بِمَنْزِلَةِ دَارِ الْحَرْبِ الَّتِي أَهْلُهَا كُفَّارٌ؛ بَلْ هِيَ قِسْمٌ ثَالِثٌ يُعَامَلُ الْمُسْلِمُ فِيهَا بِمَا يَسْتَحِقُّهُ وَيُقَاتَلُ الْخَارِجُ عَنْ شَرِيعَةِ الْإِسْلَامِ بِمَا يَسْتَحِقُّهُ "[٢٦]

"رہا ماردین کا دار حرب یا دار اسلام ہونا تو وہ دار مرکب ہے۔ اس میں دو باتیں ہیں: وہ اپنے لشکر کے مسلمان ہونے کی وجہ سے نہ تو دار اسلام ہے کہ جہاں اسلام کے احکام نافذ ہوتے ہیں اور نہ ہی دار حرب کہ جہاں کے رہنے والے کافر ہوتے ہیں، بلکہ وہ ایک تیسری قسم کا علاقہ ہے کہ جہاں مسلمان کے ساتھ ویسا معاملہ کیا جائے گا جس کا وہ حقدار ہو گا، اور شریعت اسلام سے خارج یعنی کفار کے ساتھ قتال کے مستحق ہونے کی وجہ سے لڑائی لڑی جائے گی۔"

مذکورہ بالا فتوی کو بنیاد بناتے ہوئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس طرح موجودہ مسلم ممالک اپنے حکمرانوں اور رہنے والوں کے مسلمان ہونے کی وجہ سے دار کفر کے حکم میں داخل نہیں ہیں، اسی طرح وہ اپنے انتظامی ڈھانچوں، وضعی قوانین اور دیگر معاملات کی وجہ سے دار اسلام کے حکم میں بھی داخل نہیں ہیں۔ اس لیے ان مسلم ممالک میں سے ہر ایک ملک کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے زمانہ کے "ماردین" کی طرح ایک ایسا ملک قرار دیا جاسکتا ہے جو نہ دار اسلام ہے نہ دار کفر، بلکہ وہ کفر واسلام ہر دو سے مرکب ایک تیسری قسم کا دار ہے۔

حق یہ ہے کہ اس موقف کے قائلین کا موجودہ زمانے کے مسلم ممالک کو "ماردین" پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، اور ایسا قیاس باطل ہوتا ہے۔ کیونکہ ماردین پر کفار قابض ومتغلب تھے، اور انہی کا حکم چلتا تھا۔ شعائر اسلامیہ کا قیام اور مسلمانوں کو ملی ہوئی مذہبی آزادی ان کے حکم کے تحت تھی اور وہ جب چاہتے، اسے واپس لے سکتے تھے۔ جبکہ موجودہ مسلم ممالک پر کفار کا قبضہ و تسلط نہیں ہے بلکہ غلبہ وسیادت کلمہ توحید کا اقرار کرنے والے مسلمانوں کے پاس ہے اور ان ممالک میں اسلام کے بہت سارے احکام نافذ ہیں اور جو کفریہ قوانین نافذ العمل ہیں، وہ کفار کے غلبہ اور تسلط کی وجہ سے نہیں بلکہ ان مسلم حکام کی ایمانی کمزوری کی وجہ سے ان کی اپنی مرضی کے ساتھ ہے۔

تیسرا موقف:

موجودہ مسلم ممالک کے دار اسلام یا دار کفر ہونے کے حوالہ سے تیسرا موقف تمام مسلم ممالک کا اپنے رائج نظاموں اور وضعی قوانین کے نفاذ کے باوجود "دار اسلام" ہونے کا ہے۔ اس موقف کے قائلین کے مطابق اس وقت موجود مسلم ممالک اپنے رائج نظاموں اور بعض وضعی قوانین کے نفاذ کے باوجود "دار اسلام" کی حیثیت رکھتے ہیں۔

راجح موقف:

موجودہ مسلم ممالک کے دار اسلام یا دار کفر ہونے کے بارہ میں پیش کردہ تینوں مواقف میں سے راجح موقف تیسرا ہے کہ اس وقت موجود مسلم ممالک اپنے رائج نظاموں اور وضعی قوانین کے نفاذ کے باوجود " دار اسلام " کی حیثیت رکھتے ہیں اور انہیں دار کفر قرار دینا غلط ہے کیونکہ:

- اہل علم میں بلا اختلاف تسلیم شدہ قاعدہ ہے " بقاء ما کان علی ما کان " کہ جو چیز جو ہے اسے اسی پر قائم سمجھا جائے گا جب تک اس کا تبدیل ہونا یا ختم ہونا یقینی دلائل سے ثابت نہ ہو جائے۔ اس بنیاد پر موجودہ مسلم ممالک ، کہ جن کا مسلم ریاست اور دار اسلام ہونا اس پر مسلمانوں کے غلبہ اور تسلط سے ثابت ہے اور وہاں پر مسلمانوں کی حکومت اور شعائر اسلامیہ کا قیام کسی شک و شبہ سے پاک ایک مسلم حقیقت ہے، دار اسلام کی ہی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان سے اسلام کا زائل ہونا ایسے کسی قطعی ثبوت اور دلیل کے ساتھ ثابت نہیں ہے کہ جو اپنی قوت کے اعتبار سے ان کے دار اسلام ہونے کے مقابل ہو۔
- کسی بھی مسلم ریاست کو غیر مسلم یا کافر ریاست قرار دینے کیلئے بھی اسی طرح قواعد وضوابط اور شرائط ہیں جیسا کہ کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر قرار دینے کے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی مسلم ریاست کو اس کے وضعی قوانین یا دیگر وجوہات کی بنا پر تب تک دار کفر قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک اس پر تمام قواعد تکفیر کا اطلاق، شرائط تکفیر کا تحقق اور موانع تکفیر کا انتفاء ثابت نہ ہو جائے۔ اور یہ بات حقیقت ہے کہ ان مسلم ممالک میں سے کسی پر بھی تمام قواعد تکفیر کا اطلاق، شرائط تکفیر کا تحقق اور موانع تکفیر کا انتفاء ثابت نہیں ہے۔
- چونکہ ان تمام مسلم ممالک میں شعائر اسلام اور مظاہر اسلام بلا خوف وخطر قائم ہیں اور ان پر کسی قسم کی کوئی قدغن یا پابندی عائد نہیں ہے اس لیے انہیں ان میں نافذ وضعی قوانین کی وجہ سے دار کفر قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ:

- ان وضعی قوانین کا نفاذ ان ممالک کے مسلم حکام کی ایمانی کمزوری کی وجہ سے ان کی اپنی مرضی کے ساتھ ہے۔ اور اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا شخص اگر کلمہ پڑھنے اور کچھ ایمانی شعائر کے اہتمام کے ساتھ کبیرہ گناہوں کا بھی ارتکاب کرتا ہے تو اسے کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔
- جب کسی شخص یا ریاست میں کفر و اسلام دونوں کے احتمالات موجود ہوں تو "الاسلام یعلو ولا یعلی علیه" کی بنیاد پر جانبِ کفر کی بجائے جانبِ اسلام کو ہی ترجیح حاصل ہو گی۔

خلاصہ بحث:

کسی بھی ریاست کا اسلامی یا غیر اسلامی ہونا کوئی ایسا وصف نہیں ہے کہ جو کسی ریاست کے ساتھ وصف لازم کی حیثیت اختیار کر لے اور کبھی تبدیل نہ ہو سکے، بلکہ یہ ایسا وصف ہے جو کسی بھی ریاست و مملکت کے احوال وصفات کے تبدیل ہونے کے ساتھ تبدیل ہو سکتا ہے۔ فقہ اسلامی کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک کوئی بھی ریاست اس وقت دارالاسلام قرار پائے گی جب وہ اہل اسلام کے زیر تسلط آجائے گی اور وہ وہاں پر اللہ تعالی کا حکم اور شریعت کا قانون نافذ کرنے میں آزاد ہوں گے۔

کسی بھی اسلامی ریاست کے دار الکفر، دارالحرب یا کافر ریاست قرار دینے کا حکم یا فتوی صادر کرنا ہر ایرے غیرے کا کام نہیں ہے۔ بالکل اس طرح کہ جیسے کوئی بھی انسان اللہ تعالی کی توحید کا اقرار کرنے اور کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے، اب اسے کب اور کن امور کی بنیاد پر کافر قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس میں بہت سی بنیادی شرائط اور بہت سے اصول وضوابط ہیں کہ جن کو دیکھتے ہوئے انتہائی ماہر علماء وفقہاء ہی اس کے کفر کا فیصلہ صادر کر سکتے ہیں۔

مقالہ کے پہلے مبحث میں اہل علم کی آراء کو سامنے رکھتے ہوئے دارالاسلام کے دارالکفر میں تبدیل ہونے کے مسئلہ کو پانچ مواقف میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ان پانچوں مواقف میں سے جو موقف اسلامی مزاج کے مطابق توسط واعتدال کا حامل ہونے کی وجہ سے راجح ہے وہ پانچواں موقف ہے۔ اس موقف کی موافقت میں حنفی، مالکی اور شافعی مکاتب فکر کے علماء کی آراء ملتی ہیں۔ جبکہ حنبلی فقہ کے عالم امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایسی ریاست کو نہ تو معروف معنوں میں داراسلام قرار

دیتے ہیں اور نہ ہی دار حرب، بلکہ وہ ایسی ریاست کو" دار مرکبہ "کا ایک تیسرا نام دیتے ہیں کہ جہاں کافر سے اس کے کفر کی بنیاد پر تعامل کیا جائے گا اور مسلم سے اس کے اسلام کی بنیاد پر۔

مقالہ کے دوسرے مبحث میں موجودہ مسلم ممالک کے متعلق بحث کی گئی ہے کہ یہ ممالک اپنے موجودہ قانونی وانتظامی ڈھانچے کی بنیاد پر دار اسلام ہیں یا دار کفر؟اس حوالہ سے امت میں موجود مواقف کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے، موجودہ مسلم ممالک کے دار اسلام یا دار کفر ہونے کے بارہ میں پیش کردہ تینوں مواقف میں سے دلیل، اسلامی مزاج اور فقہ الواقع کی روشنی میں راجح موقف تیسرا ہے کیونکہ موجودہ مسلم ممالک سے اسلام کا زائل ہونا ایسے کسی قطعی ثبوت اور دلیل کے ساتھ ثابت نہیں ہے کہ جو اپنی قوت کے اعتبار سے ان کے داراسلام ہونے کے مقابل ہو اور ان مسلم ممالک میں سے کسی پر بھی تمام قواعد تکفیر کا اطلاق، شرائط تکفیر کا تحقق اور موانع تکفیر کا انتفاء ثابت نہیں ہے۔ایک اور انداز سے دیکھا جائے تو ان تمام ممالک میں شعائر اسلام اور مظاہر اسلام بلاخوف وخطر قائم ہیں اور ان پر کسی قسم کی کوئی قدغن یا پابندی عائد نہیں ہے اس لیے اس کلمہ پڑھنے والے شخص کی طرح انہیں بھی مسلم ہی قرار دیا جائے گا جو کلمہ پڑھنے اور کچھ ایمانی شعائر کے اہتمام کے ساتھ کبیرہ گناہوں کا بھی ارتکاب کرتا ہے۔جب کسی شخص یا ریاست میں کفر واسلام دونوں کے احتمالات موجود ہوں تو" الاسلام يعلو ولا يعلى عليه "کی بنیاد پر جانبِ کفر کی بجائے جانبِ اسلام کو ہی ترجیح حاصل ہو گی۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی وحوالہ جات:

1 Ibn Taymiyyah, Taqī ad-Dīn Aḥmad ibn Abd al-Halim ibn Abd al-Salam al-Numayri al-Ḥarrānī (January 22, 1263 - September 26, 1328), Majmoo' Al Fatawa Researcher: Abdur Rahman Bin Muhammad Bin Qasim , King Fahd Complex for the Printing of the Holy Qur'an, Madeena Munawwara, KSA., Printed:1416AH/1995AD, 27/45

2 Look: Al-Anbari, Dr.Khalid bin Ali Al-Anbari, Takfeer ul Hukkam walduwal bain al Bahs il Ilmi wal Irhab il fikri, Dar Manara til Islam, AlQahira, 1st edition:2014 AD, Pages :171-185

3 Ibn e Hajar Al-Haisami, Ahmad bin Muhammad bin Ali bin Hajar AL-Haisami, Tohfat ul Muhtaj fi Sharh il Minhaj, Reviewed by: A Commety of Scholars, Publisher:AL-Maktaba al tijaria al Kubra, Egypt, Published:1983 AD, 9/269

4 Tohfat ul Muhtaj fi Sharh il Minhaj, 9/269

5 Tohfat ul Muhtaj fi Sharh il Minhaj, 9/269

6 Look for details: Hashia tul Imam Abdul Hameed AL Sharwani and Hashiat ul Imam Ahmad bin Qasim al Abadi printed in the footer of "Tohfat ul Muhtaj fi Sharh il Minhaj", 9/269, and Takfeer ul Hukkam walduwal bain al Bahs il Ilmi wal Irhab il fikri, Pages 173-174

7 Al-Sharbini, Muhammad bin Ahmad al-Khateeb al Sharbini al Shafie, Mughni al Muhtaj ila Ma'rifat i ma'ani Alfaz il Minhaj, Publisher: Dar ul Kutub al Ilmia, 1st edition:1994 AD, V0l:5, Page: 401

8 Al-Kasani, Ala'uddin, Abu Bakr bin Masa'ood bin Ahmad al Kasani al Hanafi, Badae'a al Sanae'a fi tartib al-Sharae'a, Publisher: Dar ul Kutub al Ilmia, 2nd edition:1986 AD, V0l:7, Page: 130

9 Look: Badae'a al Sanae'a fi tartib al-Sharae'a, Vol:7, Page:130

10 Al-Tahawi, Abu Ja'afar Ahmad bin Muhammad bin Salama bin Abd ul Malik Al-Azdi, al Misri, al Tahawi, Muktasar Ikhtilaf ul Ulama, Research by Dr. Abdullah Nazeer Ahmad, Publisher: Dar ul Basha'er al-Islamia, Beirut, 2nd Edition 1417 AH, V:3, P:471

11 Ibn e A'abideen, Muhammad Ameen bin Umar bin Abd ul Azeez A'abideen al-Hanafi, Radd ul Mukhtar ala Durr il Muktar, Publisher: Dar ul Fikr, Beirut, 2nd edition 1992 AD, V:4, P:175

12 Usmani, Mufti Muhammad Taqi Usmani, Islam aur Siasi Nazriat, Maktaba Ma'arif ul Quran Karachi, 2010 AD, P:325

13 Badae'a al Sanae'a fi tartib al-Sharae'a, Vol:7, Page:130

14 Look:Badae'a al Sanae'a fi tartib al-Sharae'a, Vol:7, Page:131

15 Al-Sarkhasi, Muhammad bin Ahmad bin Abi Sahal alSarkhasi, Shams ul A'ima, Al-Mabsoot, Publisher: Dar ul Ma'arifa, Beirut, 1993 AD, V:10, P:114

16 Al-Dusooqi, Muhammad bin Ahmad bin Arafa alDusooqi alMaliki, Hashiat ul Dusooqi ala alsherh il Kabeer, Publisher: DarulFikr, V:2, P:188

17 Look: Tohfat ul Muhtaj fi Sharh il Minhaj with Hashia tul Sharwani and Hashiat ul Imam, V:9, P:269

18 Al-Mawardi, Abul Hasan Ali bin Muhammad al Basari al Baghdadi al Mawardi, Al-Ahkam ul Sultania, Research by: Ahmad Jad, Publisher: Dar ul Hadith, al Qahira, 2006 AD, P:215

19 Muslim, Muslim bin al Hajjaj Abu al Hasan alQushari al Naiasaburi,Sahih Muslim, Kitab ul zakat, Bab ul tahreez ala qatl e al'Khawarij, V:2, P:748, Hadith No.1066

20 Look: AlBuraidi, Hammad bin Abd ul Jaleel al Buraidi, Al Tahzeer min al Ghuluwi fi al Takfeer, Dar ibn ul Jauzi, Al-Qahira, 1st Edition 2006 AD, P:134-135

[21] Look: Takfeer ul Hukkam walduwal bain al Bahs il Ilmi wal Irhab il fikri, P:188

[22] Look: Al-Ramli, Shihab ul Din Ahmad bin Hamza al Ansari alRamli al Shafa'i, Fatawa al Ramli, Collected by his son Shams ul din Muhammad bin Ahmad bin Hamza alRamli, Publisher: AlMaktaba al Islamia, V:4, P:53

[23] Look: Maju'a al Fatawa, V:18, P:282

[24] Journal "Al-Sharq ul Ausat" No.2, August,2001, ref. By : Takfeer ul Hukkam walduwal bain al Bahs il Ilmi wal Irhab il fikri, P:191

[25] Takfeer ul Hukkam walduwal bain al Bahs il Ilmi wal Irhab il fikri, P:192

[26] Maju'a al Fatawa, V:28, P:241-242